اکائی نمبر 25: اردو میں رومانوی تحریک

ساخت

25.1: اغراض و مقاصد
25.2: تمہید
25.3: اردو میں رومانوی تحریک
25.3.1: رومانوی تحریک کا پس منظر
25.3.2: رومانوی تحریک
25.3.3: اردو شاعری میں رومانوی تحریک
25.3.4: رومانوی تحریک اور اردو نثر
25.4: آپ نے کیا سیکھا
25.5: اپنا امتحان خود لیجئے
25.6: فرہنگ
25.7: سوالوں کے جوابات
25.8 کتب برائے مطالعہ

25.1: اغراض و مقاصد

اس اکائی میں رومانوی تحریک کی فکری اور اسلوبیاتی ادبی مباحث سے طلبہ کو متعارف کرایا جائے گا۔ایک طرح سے رومانوی تحریک کی ساختیاتی تشکیل نیز اس کے کلیدی عناصر کی وضاحت اس اکائی کا مقصد ہے۔ رومانوی تحریک کی روایات و رسومیات اور مزاج کے تحلیلی تجزیے پر منحصر اس اکائی کے مطالعے سے طلبہ، اس کی سماجیات سے بھی آگاہی حاصل کر لیں گے۔ اُس دور کے حوالا جاتی شعرا و ادبا کی تخلیقات کی رو سے اردو ادب پر رومانویت کے مرتب کردہ اثرات کی نشاندہی بھی اس اکائی کا ایک اساسی مقصد ہے۔ یہ اطلاقی نمونے طلبہ کو رومانویت کی شعریات سے روشناس کرانے میں معاون ثابت ہوں گے۔

25.2: تمہید

رومانوی تحریک اردو کی ایک اہم تحریک تھی۔ اردو شعرو ادب پر اُس کے عمیق اثرات اُس کی اہمیت پر دلالت کرتے ہیں۔ اس تحریک کی شعریات نے اپنے عہد کے مختلف اردو شعرا کے فکر وفن کو متاثر کیا۔ رومانوی اسلوب لفظوں کے جدلیاتی نظام پر مشتمل ہے جو اس کی شناخت کا اہم ذریعہ بھی ہے۔تصوریت و ماورائیت اس دور کے ادبی بیانیے میں مختلف شکلوں میں جلوہ گر نظر آتے ہیں نیز زندگی اور اس کے تفاعل کو بھی شعراء و ادبا نے اپنا

موضوع بنایا۔

25.3: اردو میں رومانوی تحریک

25.3.1: رومانوی تحریک کا پس منظر

تحریکات کا وجودیاتی مظہر فکریات کا رہین منت ہوتا ہے۔ فکریات مختلف نظریہ سازوں کے فکری نظام سے عبارت ہے۔ مختلف تحریکات کی وجودیاتی تشکیل میں نظریہ سازوں، مفکروں اور دانشوروں کے فکری اور ذہنی رویے اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔ رومانوی تحریک کا ادبی کلامیہ بھی وارٹن، ہرڈلر، مادام ڈی اسٹیل، شیلنگ، شلیگل، روسو، ورصز ورتھ، سانت بیو اور کولرج کے نظریات وفکریات پر مشتمل ہے، رومانوی تحریک کے عالمی منظر نامے پر ان کی اہمیت مسلم ہے۔

اردو کی رومانوی تحریک کی ساختیاتی اور وجودیاتی تشکیل میں بھی ان دانشوروں، مفکروں اور نظریہ سازوں کا فکری نظام کارفرما ہے۔ روسو کا نظریہ Back to Nature بھی اس پر اثر انداز ہوا اور شیلنگ، شلیگل اور مادام دی اسٹیل کے فلسیانہ افکار نے بھی اس کی تشکیل میں حصہ لیا۔ مگر اردو کے تہذیبی سیاق میں، اردو کی رومانوی تحریک کو مغرب کی رومانویت کا چربہ قرار دینا قطعی درست نہیں۔ ہر ملک کا اپنا ایک تہذیبی وثقافتی مزاج ہوتا ہے۔ ہند کی سماجی اخلاقیات، ثقافتی قدریں اور جغرافیائی نظام مغرب سے یکسر منفرد ہیں۔ دیو مالائیں کسی بھی سماج کا تہذیبی لاشعور ہوتی ہیں۔ ہند کے ثقافتی اور تہذیبی ترجیحات میں یہاں کی دیو مالائیں بھی اہمیت رکھتی ہیں۔ رام اور سیتا کی دیومالائی کہانی ہند کے مخصوص مزاج کی عکاس ہے۔ مغربی دیومالاؤں میں کہیں بھی ایسی کہانی مذکور نہیں ہے۔ اس حوالے سے بھی ہند اور مغرب کے تہذیبی اور ثقافتی ساخت کے تفاوت کو سمجھا جا سکتا ہے۔

رومانوی تحریک کی تفہیم کے لیے اس کے پس منظر میں موجود علی گڑھ تحریک کے نظریات و اسالیب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ علی گڑھ تحریک کے فکریات ونظریات نے ہند کے تہذیبی، ثقافتی، سماجی، معاشی، سیاسی، معاشرتی اور ادبی قدروں کے تغیر وتبدل میں کلیدی رول انجام دیا۔ ہمیں یہاں محض ادبی قدروں کی تبدیلی سے غرض ہے لہٰذا ہماری گفتگو اسی نہج پر ہوگی۔

اعلیٰ ادب حقیقت وتخیل کے امتزاج سے وجود میں آتا ہے۔ علی گڑھ تحریک کے زیر اثر تخلیق پانے والے ادب میں تخیل اور جذبے کا پرتو نسبتاً کم ہے۔ دراصل، علی گڑھ تحریک کا فکری نظام معروضی حقیقت نگاری، عقلیت پسندی اور حد سے بڑھی ہوئی مقصدیت پر مرکوز تھا۔ اس تحریک کا مزاج سائنٹفک تھا۔ علی گڑھ تحریک کے اس سائنٹیفک مزاج کے ردعمل کے طور پر رومانوی تحریک معرض وجود میں آئی۔ رومانویت علی گڑھ تحریک کے اساسی نظریات و فکریات سے یکسر منحرف تھی۔ عقلیت، معروضیت، مقصدیت اور حقیقت پسندی کے متعلق سرسید اور حالی کے منشور کو اس نے ہر سطح پر چیلنج کیا۔ رومانویت نے ادب پاروں میں انسانی عقلیت کے بجائے اس کے محسوسات و جذبات، معروضی حقیقت نگاری کے بجائے تخیلاتی حقیقت نگاری اور مقصدیت کے بجائے جمالیاتی کوائف پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ رومانویت نے Art for Art's Sake کو اپنا بنیادی منشور قرار دیا۔ جو ادب برائے زندگی کے نظریے کو

رد کرتا ہے۔ رامانوی تحریک کی ساختیاتی تشکیل میں الفاظ کے جدلیاتی نظام کی کلیدی اہمیت ہے جو علی گڑھ تحریک کے پروردہ سلیس اسلوب کی مکمل طور پر نفی کرتا ہے۔

25.3.2: رومانوی تحریک

رومانویت کی تعریف متعین کرنے سے قبل اسی قبیل کے دو لفظ رومان اور رومانس کی حقیقت و ماہیت کی تفہیم از حد ضروری ہے۔ اس سے رومانویت کی کلی تفہیم کی راہ آسان ہوگی۔ ''رومان'' میں نسوانی حسن کی دلفریبیوں، فطرت کی دلآویزیوں نیز نفاست و نزاکت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ کسی بھی فن پارے کی سرور آور، پر کیفیت رومان سے سروکار رکھتی ہے۔اختر شیرانی کو شاعر رومان اسی مفہوم میں کہا جاتا ہے۔ رومان کے برعکس رومانس کا اطلاق ان منظوم فرضی قصوں پر ہوتا ہے جو کسی ہیرو کی مہمات سے متعلق ہوتے ہیں۔ان قصوں کی پوری فضا مافوق الفطرت ہوتی ہے۔ اور ان میں واقعات کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ رومان اور رومانس رومانوی فکر کا ہی جزو ہیں۔ اور ان کا رومانویت کی وجودیاتی تشکیل میں اہم حصہ ہے۔ رومانویت کی تعریف کرتے ہوئے احتشام حسین لکھتے ہیں:

> '' روایات سے بغاوت ،نئی دنیا کی تلاش، خوابوں اور خیالوں سے محبت، ان دیکھے حسن کی جستجو، وفور تخیل اور وفور جذبات، انانیت میں ڈوبی ہوئی انفرادیت، آزادیء خیال، حسن سے تابمقدور لطف اٹھانے میں نا آسودگی کا احساس و کرب''۔

رومانویت عقلیت کے بجائے جذبات کے وفور پر اپنی توجہ مرکوز کرتی ہے۔ یہ فطرت میں پوشیدہ ازلی و ابدی خوبصورتی کو آشکارا کرتی ہے نیز اپنے اندر آزادیء فرد یعنی تمام تر بندشوں کو توڑ دینے کا مفہوم بھی رکھتی ہے۔ ماضی سے قربت اور فرد کا روایات کے خلاف علم بغاوت بھی اس کی ایک اہم خصوصیات ہے۔ تخیل کی مکمل آزادی کے ساتھ ساتھ یہ انسانی حقوق کے حصول کے لیے جدوجہد کا جذبہ بھی رکھتی ہے۔ رومانویت میں یاسیت وقنوطیت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ انسان کے وجود اور تنہائی کا ازلی و ابدی بار اور اس کا احساس، رومانویت کے فکری سرچشمے میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ تاہم واضح رہے کہ رومانویت سے متعلق تمام تر شعر و ادب مذکورہ فکری بنیادوں کے اعتبار سے یکساں نہیں ہے۔ تفہیم کے لیے رومانویت کو دوحصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: انفعالی رومانویت اور عملی رومانویت۔ انفعالی رومانویت کو منفی رویے پر حامل رومانویت کہہ سکتے ہیں۔ یہ زندگی اور اس کے منفی پہلو سے لڑنے کے بجائے فرار کو اہمیت دیتی ہے نیز زندگی کے تلخ حقائق سے نبرد آزما ہونے کے بجائے آنکھیں چراتی ہے۔ اس کے برعکس عملی رومانویت خرد کی پوشیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کرتی ہے زندگی اور اس کے تلخ تجربات سے نبرد آزما ہونے کی تلقین کرتی ہے۔

اردو میں رومانوی تحریک کے خدو خال کو مستحکم کرنے میں محمد حسین آزاد، شبلی نعمانی، میر ناصر علی، عبدالحلیم شرر اور سر عبدالقادر کو اہمیت حاصل ہے۔ ان تمام حضرات نے علی گڑھ کے تعلقی حصار کو رومانویت سے توڑنے کی سعی کی۔ آزاد اور شبلی علی گڑھ تحریک سے تعلق رکھتے ہیں مگر ان کے اسلوب نگارش سے ان کے رومانوی ذہن کا اندازہ ہوتا ہے۔ انہوں نے شعوری طور پر علی گڑھ تحریک کے نظریے کو عام کیا۔ مگر فطرتاً ان پر رومونویت کا گہرا اثر تھا۔ میر ناصر علی کے رسائل'' تیرہویں صدی'' ''صدائے عام'' اور''فسانہء ایام'' نے رومانویت کو

فروغ دینے میں کردار انجام دیا۔ شرر کا رسالہ ''دلگداز'' اور عبدالقادر کا ''مخزن'' بھی رومانویت کو مستحکم کرنے میں پیش پیش رہے۔

25.3.3 اردو شاعری میں رومانویت

شاعری اور رومانویت کا رشتہ بہت گہرا رشتہ ہے ''شاعری عقل و دانش کا اظہار نہیں ہے، کیونکہ اس کا پہلا اور آخری کام احساس کی ترجمانی اور جذبات کا براہ راست انکشاف ہے''۔ میرا جی کا یہ قول شاعری میں رومانوی عناصر کی اہمیت کو اشکار کرتا ہے۔ ورڈ زورتھ کا یہ کہنا ہے کہ'' شدید جذبے ساختہ اظہار شاعری ہے'' یا شبلی کا یہ کہنا کہ ''انسان کے شدید مغموم جذبات ہی اعلی شاعری کے محرک ہوتے ہیں'' ان اقوال کے پس منظر میں بھی رومونوی فکر کے عمل دخل کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ انسانی محسوسات و جذبات جن کی نوعیت خواہ غم کی ہو یا مسرت کی، رومونویت کے فکریاتی نظام سے متعلق ہوتے ہیں۔ ہر شاعر اپنے اپنے طور پر ان محسوسات کو اپنے مخصوص اسلوب یا پیرایہ اظہار میں پیش کرتا ہے۔

اردو شاعری میں اقبال کی اہمیت وحیثیت سے کسی کو کلام نہیں۔ اقبال کی شاعری میں رومانوی عناصر کو فکر وفن کی سطح پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ گرچہ اقبال ایک مخصوص فکری نظام کے تابع تھے اور ان کی شاعری اسی فکری نظام کی ترجمان ہے، نیز اقبال کا شعری سرمایہ بھی ان کے فلسفیانہ ذہن اور پختہ فکر کی طرف اشارہ کرتا ہے تاہم ان کی نظموں کی ساخت میں رومانوی عناصر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اقبال مغرب کے شاعرِ فطرت ورڈز ورتھ سے متاثر تھے۔ اسی سبب وہ نیچر کی گود میں ذہنی آسودگی تلاش کرتے نظر آتے ہیں۔فطرت سے قربت،فطرت کی عکاسی، ماضی کی یادیں، عشق وخرد کی کشمکش ان کی شاعری کی اساسی خصوصیات ہیں ان کے رومانوی ذہن کو آشکار کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ فلسفۂ خودی اور مردِ مومن کا تصور بھی رومانویت کے زیر اثر ہے۔ یہ چند اشعار اس ضمن میں بہ طور دلیل پیش کیے جا سکتے ہیں۔

بے خطر کود پڑا عاشق نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب ٖبام ابھی

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کدہ و دمن
پھر مجھے نغموں پہ اسانے لگا مرغ چمن

ہمالہ، گل رنگین، عقل و دل، ایک آواز، دردِ عشق، موج دریا، صبح کا ستارہ، چاند، رات اور شاعر، پرندے کی فریاد اور حقیقت حسن وغیرہ کو اقبال کی رومونوی نظمیں قرار دیا جا سکتا ہے۔

اختر شیرانی کی پوری شاعری رومانویت سے مملو ہے۔ اختر شیرانی کو شاعر رومان کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ اقبال

کے یہاں جو رومونوی انداز ملتا ہے اختر کی شاعری اس سے جدا گانہ اور منفرد ہے۔ اقبال نے جہاں مرد مومن کا تصور پیش کیا وہیں اختر نے سلمٰی اور ریحانہ سے اردو والوں کو متعارف کرایا۔ اختر سے قبل اردو کی شعری یعنی غزلیہ روایت میں محبوب ومعشوق مذکر ہوا کرتا تھا۔اختر شیرانی پہلا شاعر ہے جس نے انسانی جسم میں دکھنے والی عورت کو اپنی شاعری میں پیش کیا۔ اختر کا عشق حقیقی نہیں تخیلاتی تھا اور وہ ایکIDEALمعشوق کو اپنے ذہن میں بسائے ہوئے تھے اور اس کی شاعری کا بیش تر حصہ اس خیالی محبوب سے مکالمے اور چھیڑ چھاڑ پر محیط ہے۔ ان کے چند شعری نمونے ملاحظہ ہوں:

کتنی شاداب ہے دنیا کی فضا آج کی رات
کتنی سرسبز ہے گلشن کی ہوا آج کی رات
کتنی فیاض ہے رحمت کی گھٹا آج کی رات
کس قدر خوش ہے خدائی سے خدا آج کی رات

داستانِ دلِ بے تاب سنائیں گے انھیں
آپ روئیں گے گلے مل کے رلائیں گے انھیں
خود ہی پھر رونے پہ ہنس دیں گے ہنسائیں گے انھیں
اور جرات کی تو سینے سے لگائیں گے انھیں

ابھی سے جاؤں اور وادی کے نظاروں سے کہہ آؤں
بچھا دے فرش گل وادی میں گلزاروں سے کہہ آؤں
چھڑک دے مستیاں پھولوں کی مہکاروں سے کہہ آؤں
کہ سلمٰی میری سلمٰی نور برسائے گی وادی میں
سنا ہے میری سلمٰی رات کو آئے گی وادی میں

اختر شیرانی نے قدرتی مناظر پر بھی نظمیں لکھی ہیں مگر اس کے بین السطور میں بھی سلمٰی یا ریحانہ کے خیالی پیکر کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اے عشق کہیں لے چل، جہاں ریحانہ رہتی ہے، آج کی رات، ایک شاعرہ کی شادی پر اور مرد و عورت کی یک رنگی وغیرہ نظموں میں اختر شیرانی کے رومانوی انداز کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔

جوش کو شاعر فطرت کہا جا سکتا ہے۔ بقول عبادت بریلوی ''وہ بیک وقت شاعر شباب بھی ہیں اور شاعر انقلاب بھی'' ۔ جوش کی شاعری میں دل و دماغ کی کشمکش بہت واضح ہے۔ جو ان کے رومانوی مزاج پر دلالت کرتی ہے۔

وہ کفر کی تکرار کیے جاتا ہے
یہ دین پہ اصرار کیے جاتا ہے

ایک عمر سے انکار مائل ہے دماغ
اور دل ہے کہ اقرار کیے جاتا ہے

(نفی و اثبات)

جوش کی شاعری میں وفور جذبات کا غلبہ ہے۔ ترقی پسند تحریک سے نظریاتی وابستگی کے باوجود جوش کا فطری میلان رومانیت کی جانب تھا۔ فطرت سے محبت و وابستگی ان کی بیشتر نظموں میں واضح طور پر نظر آتی ہے، نیز حسن و عشق کے بیان میں انھیں خاص ملکہ حاصل تھا۔ برسات کی ایک شام، پیغمبر فطرت، برسات کی شفق، شب ماہ، البیلی صبح اور بدلی کا چاند وغیرہ ان کی مشہور رومانوی نظمیں ہیں۔ ایک بند ملاحظہ ہو جو ان کی رومانویت کا غماض ہے۔

جھکتا ہوں کبھی ریگ رواں کی جانب
اڑتا ہوں کبھی کاہکشاں کی جانب
مجھ میں دو دل ہیں ایک مائل بہ زمین
اور ایک کا رخ ہے آسماں کی جانب

حفیظ جالندھری کی شاعری میں رومانویت کے واضح اثرات نہایت آسانی سے تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ حفیظ کی شاعری میں حسن و عشق کے بیان کے برعکس مناظر فطرت کی عکاسی زیادہ نظر آتی ہے۔ جذبے اور خلوص نیز تخیل کی بلند پروازی ان کے رومانوی انداز فکر کو آشکار کرتی ہے۔ حفیظ کی رومانوی شاعری میں مشرقی اقدار کے مثبت پہلو در آئے ہیں۔ انھوں نے ہندستان کے دیہات اور دیہی زندگی کی عکاسی اپنی نظموں کے توسط سے کی ہے۔ حفیظ کی زبان سادہ ہے مگر لفظوں کو برتنے کے ہنر سے وہ بخوبی واقف ہیں۔ اور ان کا ہنر ان کی شاعری میں لطافت و حلالت اور شیرینی کا موجب ہوتا ہے۔ جلوہء سحر، برسات کی تاروں بھری رات، راوی میں کشتی،شام رنگین، سچی بسنت، صبح و شام کہسار وغیرہ ان کی رومانوی نظمیں ہیں۔

مذکورہ شعرا کے علاوہ شاغر نظامی ، روش صدیقی، اختر انصاری، احسان دانش،عظمت اللہ، حامد اللہ افسر وغیرہ نے بھی اپنی شاعری میں رومانوی عنصر کو پیش کیا۔ فکری وفنی دونوں سطحوں پر ان شعرا کے یہاں رومانویت کو دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے۔

25.3.4 رومانوی تحریک اور اردو نثر

اردو شاعری کی طرح اردو نثر میں بھی رومانویت کا عکس صاف طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ افسانے، ناول کے علاوہ تنقیدی غیر تنقیدی مضامین اور خطوط میں بھی رومانوی انداز اور اسلوب کو برتا گیا۔ اس دور کے دوسرے نثر نگاروں کی طرح مولانا ابوالکلام آزاد بھی رومانویت سے متاثر نظر آتے ہیں زاد کا نثری اسلوب، تخیل کی فراوانی، جذباتی وفور اور رومانی انانیت سے عبارت ہے۔غبارِ خاطر کے خطوط میں ان کا شگفتہ اور دلنشیں انداز ان کے رومانوی فطرت پر دلالت کرتا ہے۔ انہوں نے اپنی نثر میں حکمت اور فلسفے کی بوجھل اصطلاحات کا بکثرت استعمال کیا ہے لیکن ان کے منفرد اور رومانوی اسلوب کے باعث یہ بوجھل اصطلاحات ذہن پر گراں نہیں گزرتیں۔ ان کی

نثر میں ثقالت کے باوجود روانی و برجستگی ہے۔ آزاد کا یہی اسلوب انھیں آج بھی اہمیت کا حامل بناتا ہے۔

اردو کے ابتدائی افسانے رومانوی طرز میں رقم کیے گئے۔ پریم چند کے اولین افسانوں پر بھی رومانویت کا گہرا اثر ہے۔''سوز وطن'' کے افسانوں میں پریم چند کا رومانوی اسلوب ان کے رومانوی ذہن کا کھلا ثبوت ہے۔لیکن بعد میں پریم چند نے ارضی اور دیہی حقیقت نگاری کو اپنا مسلک بنا لیا اور خود کو رومانویت سے الگ کر لیا۔ پریم چند کے ایک ہمعصر: سجاد حیدر یلدرم کی پوری فکر پر رومانویت غالب ہے۔ ان کے افسانوں کی فضا ارضی نہیں بلکہ ماورائی ہے۔وہ رومانوی اور جمالیاتی نقطہء نظر کے حامی ہیں۔ ان کے افسانوں سے قاری اپنی جذباتی تسکین کا سامان تو تلاش کر لیتا ہے مگر حقیقی دنیا سے اس کا واسطہ نہیں پڑتا۔ وہ قاری کو ایک خیالی جہان کی سیر کراتے ہیں جس میں حسن و عشق اور قدرتی مناظر کی فراوانی ہے۔ حضرت دل کی سوانح عمری، حکایہ لیلیٰ مجنوں،خارستان و گلستان ان کے رومانوی فکر و اسلوب کی ترجمانی کرتے ہیں۔

قاضی عبدالغفار کی رومانویت اسی دور کے دوسرے رومانوی ادیبوں سے منفرد ہے۔ ان کے مختصر ناولوں میں محض حسن و عشق اور خیالی دنیا کا عکس ہی نظر نہیں آتا بلکہ ان کے عہد کے معاشرتی حالات اور عورتوں کے مسائل پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ حقیقت و رومانویت کا جو امتزاج، ان کے ہاں نظر آتا ہے وہ اس دور کے دوسرے لکھنے والوں کے ہاں مفقود ہے۔ ان کی زبان میں شعریت کے ساتھ ساتھ سلاست و روانی بھی موجود ہے۔ ان کی تخلیقات ''لیلیٰ کے خطوط'' اور مجنوں کی ڈائری'' کو مختصر ناولوں یا ناولوں کے ذیل میں رکھا جا سکتا ہے۔

نیاز فتحپوری افسانہ نگار کے ساتھ ساتھ ادبی صحافی بھی تھے۔حکمت و فلسفے پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ انھوں نے افسانوں کے علاوہ جنسیات اور فلسفے پر بھی کتابیں رقم کی ہیں۔ ان کے افسانوں پر یلدرم کا گہرا اثر ہے۔ ان کی کہانیوں کی پوری فضا یلدرم سے مستعار محسوس ہوتی ہے۔ انھوں نے اپنے افسانوں میں کوئی نئی راہ تلاش نہیں کی۔ دراصل نیاز فتحپوری کی شناخت کا ذریعہ ان کا اسلوب ہے۔ وہ اپنے افسانوں کی زبان کو اتنا دلنشیں بنا دیتے ہیں کہ قاری واقعات کے بجائے اسی میں کھو جاتا ہے۔ ان کے افسانوں میں شاعر کا انجام، شہاب کی سرگزشت، کیوپڈ اور سائیکی، قلوپطرہ کی ایک رات، زائر محبت، حمرا کا گلاب وغیرہ کو اہمیت حاصل ہے۔

حجاب امتیاز علی نے ہلکے پھلکے رومانی افسانے لکھے۔ ان کے افسانوں میں عالمانہ اور فلسفیانہ نکتہ سنجیوں کے بجائے معصوم و پاکیزہ جذبے کا اظہار ملتا ہے۔ یہ معصوم و پاکیزہ جذبے ان کے مشاہدے اور تجربے کا حصہ ہیں۔ ان کے افسانے مختصر ہوتے ہیں۔ وہ سیدھے سادھے الفاظ میں کہانی کو بیان کر دیتی ہیں۔ اور ان میں کہیں کسی قسم کا پیچ وخم نہیں ہوتا۔ ان کی کہانیاں عشق و محبت کے تخیلاتی جہان سے سروکار رکھتی ہیں۔ اس میں ارضیت و حقیقت کا عنصر بہت کم ہوتا ہے۔ مناظر قدرت کا بیان وہ بڑی دلچسپی سے کرتی ہیں۔صنوبر کے سائے تلے، خلوت کی انجمن، اور نغمات موت ان کی رومانوی فکر کو آشکار کرتے ہیں۔

خلیقی، مجنوں گورکھپوری، ل۔ احمد اکبر آبادی اور مرزا ادیب نے بھی اس دور میں افسانے لکھے۔ ان کے افسانوں کی پوری فضا پر رومانویت کا خاصا اثر ہے۔ مذکورہ تمام کے افسانوں میں جذبات کی فراوانی اور خیالی جہان کی سیر کے ساتھ ساتھ حقیقت وارضیت کا حسن بھی شامل ہے۔ ان تمام لکھنے والوں نے حسن و عشق کو بنیاد بنا کر افسانے لکھے، نیز ان تمام حضرات میں ایک صفت قدرے مشترک یہ ہے کہ مناظر فطرت کے بیان میں ان حضرات کو

خاصی دلچسپی ہے اور جس کے بیان میں وہ اپنا سارا زور صرف کرتے نظر آتے ہیں۔

رومانوی تحریک کے عملی اور نظری مباحث کو نہدی افادی، عبدالرحمٰن بجنوری اور سجاد انصاری نے اپنی تحریروں میں پیش کیا ہے۔ رومانی ناقدین میں عبدالرحمٰن بجنوری کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ ان کی تنقید کی اساس جذبات و وجدان پر مشتمل ہے۔ ادب برائے ادب کے نظریے کے قائل ہونے کے باعث وہ مسرت کو ہی اپنا نقطۂ نظر بناتے ہیں۔ اور اسی پیمانے پر فن پاروں کو پرکھتے ہیں۔ ''محاسن کلام غالب'' میں انھوں نے غالب کے فن پر ایک نئے زاویئے سے روشنی ڈالی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ'' ہندستان میں دو ہی الہامی کتابیں ہیں ایک وید مقدس اور دوسرا دیوانِ غالب''۔ بجنوری کا یہ جملہ بہت مشہور ہوا۔ مہدی افادی اور سجاد انصاری کے مضامین میں بھی جذبات کی وارفتگی، نسائی حسن کی دلآویزیاں اور تخیل کی اونچی پرواز ملتی ہے۔ ان حضرات کا اسلوب بھی جذبے کی تپش اور شعریت سے مملو ہے۔

25.4: آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے رومانوی تحریک کی ادبی اور تاریخی اہمیت کے متعلق معلومات حاصل کی نیز رومانوی شاعری اور نثر کا فنی وفکری مطالعہ بھی کیا۔ رومانی شعرا اور نثر نگاروں کی ادبی اہمیت کی اس یونٹ میں وضاحت کر دی گئی ہے۔ اس تحریک کے زیر اثر لکھنے والوں کی اہم تخلیقات کے نام بھی بتائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے اسلوب پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

25.5: اپنا امتحان خود لیجئے

1- اردو میں رومانوی تحریک کے چند شاعروں کے نام بتایئے؟

2- اردو میں رومانوی تحریک کا آغاز کب ہوا؟

3- رومانیت کی تعریف کیجئے؟

4- کسی رومانی شاعر یا ادیب کی نمائندہ تخلیق کا نام بتایئے؟

25.6: فرہنگ

فکریات	=	فکر
اسلوبیات	=	طرز تحریر، اسٹائل
متعارف	=	تعارف کرانا
ساختیاتی	=	ساخت سے متعلق، ڈھانچہ، بناوٹ Structural
تشکیل	=	شکل وصورت
کلیدی	=	اہم ، بنیادی

عناصر	=	عنصر کی جمع، جزو
مشتمل	=	شامل کیا گیا (میم ثانی بالفتحہ)
تفاعل	=	نظام، Function
وجودیاتی	=	وجود سے متعلق
مظہر	=	ظاہر
کلامیہ	=	کلام سے متعلق، گفتگو
امتزاج	=	دو چیزوں کا باہم ملنا
معرض وجود	=	وجود میں آنا
نہج	=	راہ، روش
لطافت	=	نرمی، پاکیزگی
ماہیئت	=	اصل، حقیقت
دلفریبی	=	دلوں کو لبھانے والا
دلآویزی	=	من بھاتا، دلپسند
پر کیف	=	خوشی سے بھرا ہوا
سرور آگیں	=	مسرت پہنچانے والا/ والی
مہمات	=	مُہم کی جمع
مافوق الفطرت	=	جسے انسانی عقل قبول نہ کرے مثلاً جن، بھوت، پری وغیرہ
وفور	=	کثرت، بہتات
تعقلی	=	عقل سے متعلق
حصار	=	گھیرا
فیض یاب	=	گائدہ حاصل کرنا
ہیئت	=	کسی بھی شعری اصناف کی ظاہری صورت
بازگشت	=	واپس، لوٹنا
موقف	=	نقطۂ نگاہ
مملو	=	بھرا ہوا
معتدل	=	درمیانی
اسلوب	=	طرز تحریر
تخیل	=	خیال
آشکارا	=	ظاہر کرنا
اساس	=	بنیاد
ثقالت	=	مشکل

ماورائی = انسانی ذہن سے باہر کی چیز
وارفتگی = بے خبری

25.7 سوالوں کے جوابات

1۔ پانچ رومانی شاعروں کے نام یہ ہیں:
اختر شیرانی، اقبال، ساغر نظامی، اختر انصاری، میرا جی، حفیظ جالندھری، جوش ملیح آبادی

2۔ رومانوی تحریک کے خدو خال کو مستحکم کرنے میں محمد حسین آزاد، شبلی نعمانی، میر ناصر علی، عبدالحلیم شرر کو اہمیت حاصل ہے۔ ان حضرات نے علی گڑھ کے تعقلی حصار کو رومانویت سے توڑنے کی کوشش کیا آزاد اور شبلی کے اسلوب نگارش سے ان کی رومانویت کا پتہ چلتا ہے۔ میر ناصر علی نے صدائے عام اور فسانۂ ایام سے رومانویت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

3۔ سید احتشام حسین نے رومانیت کی تعریف اسطرح کی ہے:
''روایت سے بغاوت، نئی دنیا کی تلاش، خوابوں اور خیالوں سے محبت، ان دیکھے حسن کی جستجو، وفور تخیل اور وفور جذبات، انانیت میں ڈوبی ہوئی انفرادیت، آزادی، خیالی حسن پرستی اور اس سے لطف اٹھانے میں آسودگی کا احساس و کرب''

4۔ جوش ملیح آبادی کلیات، میر ناصر علی کی صدائے عام اور فسانۂ ایام، سجاد یلدرم کے افسانہ وغیرہ۔

25.8 کتب برائے مطالعہ

1۔ اردو ادب میں رومانوی تحریک — محمد حسن
2۔ اردو ادب کی تحریکیں — انور سدید
3۔ جدید اردو تنقید — شارب ردولوی